२७ जून १९७५

नईदुनिया

मिलावट रोकने में जन सहयोग का अभाव

तेन्दू पत्ता और गरीब मजदूर

पत्र, सम्पादक के नाम

ब्रिटेन, उगांडा से रिश्ते सुधारने को तैयार

27 جون 1975 کا نئی دنیا کا اداراتی صفحہ ہمیشہ ہی کی طرح تھا۔فرق صرف یہ تھا کہ اداریہ کی جگہ خالی تھی۔ اس اداریہ کو ہنگامی صورت حال میں دیے گئے اختیارات کے تحت سینسر یا 'چھانا بینا' گیا تھا۔ کئی دوسرے اخباروں میں بھی ایسی خالی جگہیں چھوڑ دی گئیں، ان میں ہنگامی صورت حال کے خلاف احتجاج بھی شامل تھا۔ کچھ دنوں بعد خالی جگہیں چھوڑنے پر بھی پابندی لگ گئی۔

اس باب میں ...

پچھلے باب میں ہم نے دیکھا کہ 1971 کے الیکشن کے بعد کانگریس تازہ دم ہوگئی لیکن اب یہ پہلے والی پارٹی نہیں رہی تھی۔1973اور 1975 کے درمیان ہونے والے کچھ سلسلہ وار واقعات نے اس فرق کو اور واضح کر دیا جب ہندوستان کی جمہوری سیاست اور دستور میں مذکور تنظیمی توازن پر زبردست زد پڑی۔ان سارے واقعات کا خاتمہ جون 1975 میں ہنگامی حالات (ایمرجنسی) کے نفاذ پر ہوا۔عام طور پر ایمرجنسی کو جنگ، حملہ یا قدرتی آفات سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔لیکن یہ ایمرجنسی ایک مفروضہ داخلی خطرے کی بنیاد پر عائد کی گئی تھی۔جس ڈرامائی طور سے ایمرجنسی نافذ کی گئی تھی اتنے ہی ڈرامائی طریقہ سے اس کو ہٹایا بھی گیا۔نتیجے میں 1977 کے لوک سبھا انتخابات میں کانگریس کو شکست ہوئی۔

اس باب میں ہم ہندوستان میں جمہوریت کی تاریخ کے اس نازک مرحلے پر توجہ دیں گے اور کچھ ایسے سوالات کو اٹھائیں گے جو اتنے سالوں بعد بھی متنازعہ ہیں۔

- ایمرجنسی کیوں نافذ کی گئی؟ کیا یہ ضروری تھی؟
- عملی طور سے ایمرجنسی کے نفاذ کا کیا مطلب تھا؟
- پارٹی سیاست پر ایمرجنسی کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟
- ہندوستانی جمہوریت کے لیے ایمرجنسی کے کیا سبق پوشیدہ ہیں؟

© NCERT not to be republished

باب 6

5281CH06

جمہوری نظام کا بحران

ایمرجنسی (ہنگامی حالات) کا پس منظر

1967 سے ہونے والی ہندوستانی سیاست میں تبدیلیوں کے بارے میں ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اندرا گاندھی بے پناہ مقبولیت کے ساتھ ایک بلند قامت لیڈر بن چکی تھیں۔ یہی وہ زمانہ تھا جب پارٹیوں کی زور آزمائی تلخ اور منقسم یا غیر متحدہ بن گئی۔ اسی زمانے میں عدلیہ اور انتظامیہ کے درمیان تناؤ پیدا ہوا۔ سپریم کورٹ نے حکومت کی کئی پیش قدمیوں کو دستور کے خلاف سمجھا۔ کانگریس پارٹی نے خیال ظاہر کیا کہ عدلیہ کا یہ کردار جمہوری اصولوں اور پارلیمنٹ کے اقتدار کے منافی ہے۔ کانگریس نے یہ الزام بھی لگایا کہ کورٹ ایک قدامت پرست ادارہ ہے جو غریبوں کے فلاح و بہبود کے پروگرام میں ایک رکاوٹ بن رہا ہے۔ کانگریس مخالف پارٹیوں نے محسوس کیا کہ سیاست بہت کچھ ذاتی بنتی جا رہی ہے اور یہ کہ حکومت کا اقتدار ذاتی اقتدار میں تبدیل ہو رہا ہے۔ کانگریس کے بٹوارہ نے اندرا گاندھی اور ان کے مخالفین کے درمیان اختلافات کو زیادہ تیز کر دیا۔

اقتصادی پس منظر

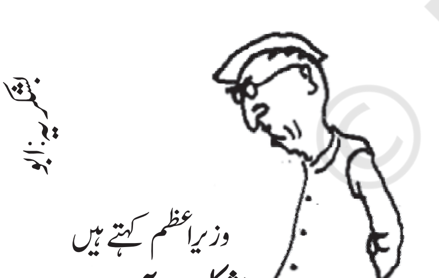

زیادہ سے زیادہ ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ 1973 کو 'جلد سے جلد ہٹاو' کردیا جائے گا۔

1971 کے انتخابات میں کانگریس نے غریبی ہٹاؤ کا نعرہ دیا تھا۔ لیکن ملک کی اقتصادی اور سماجی حالت میں 72-1971 کے بعد کوئی خاص بہتری نہیں آئی۔ بنگلہ دیش کے بحران نے ہندوستان کی اقتصادی حالت پر بھاری بوجھ ڈالا تھا۔ تقریباً اسّی لاکھ لوگ مشرقی پاکستان سے سرحد پار کر کے ہندوستان آ گئے۔ اس کے بعد پاکستان سے جنگ ہوئی۔ جنگ کے بعد یونائیٹیڈ اسٹیٹس نے ہندوستان کی تمام امداد بند کر دی۔ اسی درمیان بین الاقوامی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں کئی گنا بڑھ گئیں۔ ان سب نے مل کر اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا۔ 1973 میں قیمتوں میں 23 فی صد اور 1974 میں 30 فی صد کا اضافہ ہوا۔ مہنگائی کی اتنی اونچی سطح نے عوام کے لیے زندگی مشکل کر دی۔

صنعتی ترقی کافی سست تھی اور بے روزگاری، خاص طور سے دیہی علاقوں میں، بہت زیادہ تھی۔ اخراجات کو گھٹانے کے لیے حکومت نے اپنے ملازمین کی تنخواہوں کو جامد کر دیا۔ اس نے سرکاری ملازمین میں مزید بے اطمینانی پیدا کی۔ 1972 اور 1973 میں بارش کی کمی کے سبب زرعی پیداوار میں بہت تیزی سے کمی آئی۔ اناج کی پیداوار 8 فی صد کم ہوگئی۔ پورے ملک میں اقتصادی صورت حال کی وجہ سے ایک عام بے اطمینانی کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ اس پس منظر میں غیر کانگریسی اپوزیشن پارٹیوں نے کامیاب اور

© NCERT not to be republished

غریب لوگوں کو واقعی مشکلات درپیش ہو رہی ہوں گی آخر غریبی ہٹاؤ کے وعدہ کا کیا ہوا؟

موثر عوامی مظاہرے اور احتجاج منظم کیے۔ طلبا کی بے چینی کی مثالیں جو 1960 سے لگاتار جاری تھیں اس زمانے میں زیادہ نمایاں ہو گئیں۔ مارکسسٹ گروپوں نے بھی، جو پارلیمنٹری جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے تھے، اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ ان گروپوں نے موجود سیاسی سسٹم اور سرمایہ داری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہتھیار اٹھا لیے۔ یہ مارکسسٹ۔ لیننسٹ (موجودہ ماؤسٹ) یا نکسلائٹ گروپ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ مغربی بنگال میں یہ خاص طور سے مضبوط تھے۔ ان کو دبانے کے لیے مغربی بنگال نے بڑے سخت اقدامات کیے۔

گجرات اور بہار کی تحریکیں

گجرات اور بہار دونوں ہی ریاستیں کانگریس کے زیر حکومت تھیں۔ طلبا کے احتجاج سے ان دونوں ریاستوں اور ملکی سیاست پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ جنوری 1974 میں گجرات کے طلبا نے اناج، کھانے کے تیل اور دوسری بنیادی اشیا کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور بڑے دفتروں میں رشوت خوری کے خلاف احتجاج شروع کیا۔ طلبا کے احتجاج میں بڑی اپوزیشن پارٹیاں بھی شامل ہو گئیں اور احتجاج بہت پھیل گیا جس کی وجہ سے ریاست میں صدارتی راج نافذ کرنا پڑا۔ اپوزیشن پارٹیوں نے اسمبلی کے لیے نئے الیکشن کا مطالبہ کیا۔ مرار جی ڈیسائی نے جو کانگریس (او) کے ایک ممتاز لیڈر تھے اور متحدہ کانگریس میں اندرا گاندھی کے خاص حریف تھے، اعلان کیا کہ اگر نئے الیکشن نہ کرائے گئے تو وہ غیر معینہ مدت کے لیے ہڑتال پر چلے جائیں گے۔ طلبا کے شدید دباؤ کی وجہ سے، جس کو اپوزیشن پارٹیوں کی حمایت حاصل تھی، جون 1975 میں گجرات اسمبلی کے لیے الیکشن کرائے گئے۔ ان انتخابات میں کانگریس کو شکست ہوئی۔

مارچ 1974 میں بہار میں طلبا نے یکجا ہو کر مہنگائی، غذا کی قلت، بے روزگاری اور رشوت خوری کے خلاف احتجاج کیا۔ ایک مرحلہ پر طلبا نے جے پرکاش نارائن (JP) کو اپنی تحریک کی قیادت کے لیے مدعو کیا حالاں کہ جے پرکاش عملی سیاست چھوڑ چکے تھے اور سماجی کاموں میں مصروف تھے۔ جے پرکاش نے ان شرائط کے ساتھ یہ دعوت قبول کر لی کہ تحریک میں تشدد کو کوئی دخل نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ تحریک صرف بہار تک ہی محدود نہیں رہے گی۔ اس طرح طلبا کی تحریک کو ایک سیاسی رنگ حاصل ہو گیا اور ساتھ ہی میں پورے ملک کی دل چسپی بھی۔ ہر طبقے اور پیشے کے لوگ اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ جے پرکاش نے مطالبہ کیا کہ بہار میں کانگریس حکومت کو برخاست کیا جائے۔ اس کے علاوہ انھوں نے سماجی، اقتصادی اور سیاسی میدان میں ان کے اپنے خیال کی حقیقی جمہوریت کے قیام کے لیے ایک مکمل انقلاب کا اعلان کیا۔ بہار حکومت کے خلاف مظاہرے، احتجاج، گھیراؤ اور ہڑتالیں منظم کی گئیں۔ حکومت نے استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا۔

> سمپورن کرانتی اب نعرہ ہے بھاوی اتھاس ہمارا ہے (یعنی مکمل انقلاب کے نعرہ کے ساتھ ہم مستقبل کے مالک ہیں)
>
> 1974 کی بہار تحریک کا ایک نعرہ

> اندرا انڈیا ہے، انڈیا اندرا ہے
>
> 1974 میں کانگریس پارٹی کے صدر ڈی۔ کے۔ بروواکا دیا ہوا ایک نعرہ

© NCERT not to be republished

اس تحریک نے قومی سیاست کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ جے پرکاش نارائن چاہتے تھے کہ بہار کی تحریک ملک کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل جائے۔ جے پرکاش نارائن کی تحریک کے ساتھ ساتھ ریلوے ملازمین نے بھی ایک ملک گیر ہڑتال کرنے کا اعلان کیا۔ اس سے ملکی کے کام کاج کے ٹھپ پڑ جانے کا خطرہ تھا۔ 1575 میں جے۔ پی نے پارلیمنٹ تک عوام کے ایک جلوس کی قیادت کی۔ یہ راجدھانی میں ہونے والی اب تک کے سب سے بڑے سیاسی جلوسوں میں سے تھا۔

نکسلی تحریک

1967 میں مغربی بنگال کی دار جلنگ پہاڑیوں کے ضلع نکسل باڑی پولیس اسٹیشن علاقہ میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) کے مقامی کارکنوں کی زیر قیادت کسانوں کی ایک بغاوت شروع ہوئی۔ کسانوں کی تحریک نکسل باڑی پولیس اسٹیشن سے شروع ہو کر ہندوستان کی دیگر ریاستوں میں بھی پھیل گئی اور عام طور سے اس کو نکسلائٹ کہا جانے لگا۔ 1969 میں انھوں نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) سے علاحدگی اختیار کر لی اور چارو مجمدار کی لیڈرشپ میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ۔ لینِنسٹ) کے نام سے ایک نئی پارٹی بنائی۔ ان کی دلیل تھی کہ ہندوستان میں جمہوریت محض ایک دکھاوا ہے لہٰذا انھوں نے انقلاب لانے کے لیے ایک طویل گوریلا طرز کی جنگ لڑنے کی حکمت عملی کا فیصلہ کیا۔

نکسلی تحریک نے دولت مند زمین داروں سے زمین چھیننے اور اس کے بعد اس سے بے زمین اور غریب کسانوں کو بانٹنے میں طاقت کا استعمال کیا۔ اس کے حمایتیوں نے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے نکسلائٹ تحریک کو دبانے کے لیے اور بھی کئی سخت اقدامات کیے لیکن یہ تحریک ختم نہیں ہوئی اور آنے والے سالوں میں یہ ملک کے دوسرے علاقوں میں بھی پھیل گئی۔ لیکن اب نکسلائٹ تحریک کئی پارٹیوں اور تنظیموں میں بٹ چکی تھی۔ ان میں سے کچھ جیسے CPI-ML (Liberation) جمہوری سیاست میں کھلے عام حصہ لیتی تھیں۔

موجودہ دور میں نو ریاستوں کے تقریباً 75 ضلعے نکسلی تشدد کا شکار ہیں۔ ان علاقوں میں بٹائی کاشت کاروں پر کام کرنے والوں اور زمین پر

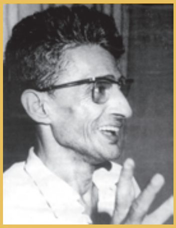

چارو مجمدار

(1918-1972) : کمیونسٹ انقلابی اور نکسل باڑی بغاوت کے لیڈر۔ آزادی سے پہلے تبھا گا تحریک میں حصہ لیا۔ CPI چھوڑ کر کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ۔ لیننسٹ) کی بنیاد رکھی۔ کسانوں کے انقلاب کے لیے ماؤسٹ طریقہ کار پر یقین رکھتے تھے اور انقلاب کے راستے میں تشدد کو جائز سمجھتے تھے۔ پولیس کی حراست میں ختم ہو گئے۔

چھوٹے کسانوں کو ان کے بنیادی حق سے محروم رکھا جاتا ہے جس میں ان کا پیداوار کا حصہ اور مزدوری وغیرہ شامل ہیں۔ ان علاقوں میں جبری مزدوری، باہری لوگوں کا وسائل پر ناجائز قبضہ اور ساہوکاروں کی جانب سے ناجائز استحصال اب بھی عام ہے۔ اس قسم کے حالات نکسلی تحریک کو آگے بڑھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

بشکریہ: آر کے لکشمن، ٹائمز آف انڈیا، 16 اپریل 1974

حکومت نے نکسلائٹ تحریک سے نمٹنے کے لیے سخت قدم اٹھائے ہیں۔ اس معاملہ میں حکومت کے اقدام کو انسانی حقوق کے کارکنوں کی نکتہ چینی کا شکار بھی ہونا پڑا کہ حکومت نے نکسلائٹ معاملے میں دستور کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ نکسلائٹ لوگوں کے تشدد، پھر اس کے جواب میں حکومت کے نکسلی مخالف تشدد میں ہزاروں لوگ اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔

اب غیر کانگریسی اپوزیشن پارٹیوں جیسے بھارتیہ جن سنگھ، کانگریس (او) اور بھارتیہ لوک دل نے بھی جے پرکاش کی حمایت شروع کر دی۔ ان پارٹیوں نے جے پرکاش کو اندرا گاندھی کے متبادل کی حیثیت سے پیش کرنا شروع کیا۔ بہر حال ان کے سیاسی نظریات اور عوامی مظاہروں کی سیاست جس کی رہنمائی وہ کر رہے تھے تنقیدوں

کے گھیرے میں آئی۔ گجرات اور بہار کے احتجاج کو بجائے حکومت مخالف ہونے کے کانگریس مخالف سمجھا گیا، حقیقت میں اندرا گاندھی کی لیڈرشپ کے خلاف۔ اندرا گاندھی کو یقین تھا کہ ان تحریکوں کے پیچھے ان کی ذاتی مخالفت کارفرما تھی۔

عدلیہ سے تصادم

اسی زمانے میں حکومت، حکمراں پارٹی اور عدلیہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ کیا آپ کو عدلیہ اور پارلیمنٹ کے درمیان طویل تنازعہ پر بحث یاد ہے؟ آپ نے پچھلے سال اس بارے میں پڑھا ہے۔ تین آئینی مسائل سامنے آئے۔ کیا پارلیمنٹ بنیادی حقوق کو گھٹا سکتی ہے؟ سپریم

لوک نائیک جے پرکاش نارائن (1902-1979):

جوانی میں ایک مارکسسٹ تھے؛ کانگریس سوشلسٹ پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی کے بانی جنرل سکریٹری۔ 1942 کی ہندوستان چھوڑو تحریک کے ہیرو۔ نہرو کابینہ میں شرکت سے انکار۔ 1955 کے بعد عملی سیاست سے کنارہ کشی؛ ایک گاندھیائی بن گئے اور بھودان تحریک میں حصہ لیا۔ اور ناگا باغیوں سے گفتگو میں بھی شامل ہوئے۔ کشمیر کے امن مذاکرات میں حصہ لیا اور چمبل وادی کے ڈاکوؤں کے ہتھیار ڈالنے کو یقینی بنایا۔ بہار تحریک کے لیڈر۔ ایمرجنسی کی مخالفت کی علامت۔ جنتا پارٹی کے قیام میں اصل محرک قوت۔

1974 کی ریلوے ہڑتال

اگر ریلیں چلنا بند ہو جائیں تو کیا ہوگا؟ ایک یا دو دن کے لیے نہیں بلکہ پورے ہفتہ سے زیادہ کے لیے؟ بلاشبہ اکثر لوگوں کو تکلیف ہوگی لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ کہ ملک کی اقتصادی ترقی رک جائے گی کیوں کہ ٹرین ہی کے ذریعہ سے مال اِدھر سے اُدھر جاتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ بالکل ایسا ہی 1974 میں ہوا ہے؟ جارج فرنانڈیز کی قیادت میں دی نیشنل کوآرڈی نیشن کمیٹی فار ریلوے مینس اسٹرگل (The National Coordination Committee Railwaymen's Struggle) نے بونس اور ملازمت کی شرائط کے بارے میں اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے ریلوے ملازمین کی ایک ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا۔ ہندوستان کے پبلک سیکٹر کے سب سے بڑے ڈپارٹمنٹ کے ملازمین 1974 میں اسٹرائک پر چلے گئے۔ ریلوے ملازمین کی ہڑتال نے مزدوروں کی بے چینی اور بڑھا دی۔ ریلوے ہڑتال نے مزدوروں کے حقوق کے سوال بھی اٹھائے اور یہ بھی کہ کیا لازمی خدمات کے ملازمین اسٹرائک جیسے طریقے کا استعمال کر سکتے ہیں؟

حکومت نے اسٹرائک کو غیر قانونی قرار دیا۔ ریلوے ملازمین کے مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے اکثر لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور ریلوے لائن کی حفاظت کے لیے فوج بلا لی۔ الغرض بیس دن کے بعد بغیر کسی تصفیے کے اسٹرائک ختم ہو گئی۔

© NCERT not to be republished

کورٹ نے کہا نہیں گھٹا سکتی۔ دوسرے یہ کہ کیا پارلیمنٹ جائداد کے حق کو ایک ترمیم کے ذریعے کم کرسکتی ہے؟ دوبارہ سپریم کورٹ نے پھر کہا کہ پارلیمنٹ دستور میں کوئی ایسی ترمیم نہیں کرسکتی جس سے بنیادی حقوق پر ضرب پڑتی ہو۔ تیسرے یہ کہ پارلیمنٹ نے دستور میں اس دلیل کے ساتھ ترمیم کی کہ بنیادی حقوق کو مختصر کرکے ہی دستور کے رہنما اصول موثر ہوسکتے ہیں۔لیکن سپریم کورٹ نے اس دلیل کو بھی خارج کردیا۔اس نے حکومت اور عدلیہ کے تعلقات میں بحران پیدا کردیا۔آپ کو شاید یاد ہو کہ یہ بحران کیسونندابھارتی مقدمہ میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔اس مقدمے میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ ہندوستانی دستور کی کچھ بنیادی خصوصیات ہیں اور پارلیمنٹ ان میں ترمیم نہیں کرسکتی۔

دو اور واقعات نے انتظامیہ اور عدلیہ کے درمیان تناؤ کو مزید بڑھا دیا۔ 1973 میں کیسونندا بھارتی مقدمے میں فیصلہ کے فوراًبعد چیف جسٹس آف انڈیا کی جگہ خالی ہوئی۔روایات یہ رہی تھی کہ سپریم کورٹ کے سب سے زیادہ سینئر جج کو چیف جسٹس بنایا جاتا تھا لیکن 1973 میں حکومت نے تین ججوں کی سینیارٹی نظرانداز کرتے ہوئے جسٹس اے۔این۔رے کو ہندوستان کا چیف جسٹس مقرر کردیا۔یہ تقرر سیاسی نزاع کا باعث بھی بن گیا کیوں کہ جن تین ججوں کو نظرانداز کیا گیا تھا انھوں نے ہی حکومت کے خلاف فیصلے دیئے تھے۔اس طرح سے دستور کی ترجمانی اور سیاسی نظریات تیزی کے ساتھ آپس میں الجھ رہے تھے۔وزیراعظم کے قریبی حلقے ایک ایسی عدلیہ اور نوکرشاہی کی ضرورت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جو انتظامیہ اور مقنّنہ کی نظر میں وفادار ہو۔اس اختلاف اور نزاع کا نقطۂ عروج ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ تھا کہ اندرا گاندھی کا الیکشن کالعدم قرار دے دیا گیا۔

کیا ''وفادار عدلیہ'' اور ''وفادار نوکر شاہی'' کا مفہوم یہ ہے کہ جج اور سرکاری افسر کو حکمراں جماعت کے تئیں پابند ہونا چاہیے؟

ایمرجنسی کا اعلان

12/جون 1975 کو الٰہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس جگ موہن لال سنہا نے اپنے ایک فیصلہ میں لوک سبھا کے لیے اندرا گاندھی کے الیکشن کو کالعدم یا ناجائز قرار دیا۔یہ فیصلہ اس اپیل کے جواب میں تھا جو 1971 میں اندرا گاندھی کے سرکاری ملازمین کی خدمات کو اپنی الیکشن مہم میں استعمال کرنا تھا۔الٰہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کا مطلب تھا کہ اگر چھ مہینے کے اندر اندر دوبارہ پارلیمنٹ کی ممبر منتخب نہیں ہوتیں تو وہ پارلیمنٹ کی ممبر نہیں رہ سکیں گی اور نتیجتاً وزیراعظم بھی نہ رہ سکیں گی۔24 جون کو سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلہ پر حکم امتناع جاری کرتے ہوئے اندرا گاندھی کو یہ راحت دی کہ جب تک ان کی اپیل پر فیصلہ نہیں ہو جاتا وہ پارلیمنٹ کی ممبر بنی رہیں گی لیکن لوک سبھا کی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے سکیں گی۔

یہ تو فوج سے حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کو کہنے جیسا ہے
کیا یہ جمہوریہ کے حق میں ہے؟

سیاسی بحران

اب ایک بڑے سیاسی مقابلے کے لیے اسٹیج تیار ہو چکا تھا۔اپوزیشن پارٹیوں نے جے پرکاش نارائن کی قیادت میں اندرا گاندھی کے استعفیٰ کے لیے دباؤ ڈالا اور 25 جون 1975 کو دہلی کے رام لیلا گراؤنڈ میں ایک زبردست مظاہرہ کیا۔

© NCERT not to be republished

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن، ٹائمز آف انڈیا، 26 جون 1975

یہ کارٹون ایمرجنسی کے اعلان سے کچھ دن پہلے ہی سامنے آیا تھا جس میں آنے والے سیاسی بحران کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ کرسی کے پیچھے کھڑا ہوا آدمی کانگریس کا صدر ڈی۔ کے بروواہے

جے پرکاش نے اندرا گاندھی کے استعفیٰ کے لیے ملک گیر ستیہ گرہ کا اعلان کیا اور فوج، پولیس اور سرکاری ملازمین سے، غیر قانونی اور غیر اخلاقی احکام نہ ماننے کے لیے کہا۔ اس سے بھی حکومت کے کام کو تعطل کا خطرہ تھا۔ ملک کی سیاسی فضا اس سے پہلے کانگریس کے اتنی خلاف نہیں ہوئی تھی۔

کیا صدر کو کابینہ کی سفارش کے بغیر ایمرجنسی کا اعلان کر دینا چاہیے تھا؟

حکومت کا جواب ایمرجنسی کا اعلان تھا۔ 25 جون 1975 کو حکومت نے اعلان کیا کہ اندرونی خلفشار اور بدنظمی کے باعث وہ دستور کی دفعہ 352 کے تحت ایمرجنسی کا نفاذ کرتی ہے۔ اس دفعہ کی رو سے حکومت کے لیے کسی بیرونی خطرہ یا اندرونی حالات کے درہم برہم ہوجانے پر ایمرجنسی کا لاگو کرنا لازمی ہے۔ تکنیکی اعتبار سے یہ حکومت کے دائرہ اختیار میں تھا اس لیے کہ ہمارے دستور کے مطابق ایمرجنسی کے اعلان کے بعد حکومت کو کچھ مخصوص اختیارات دیئے گئے ہیں۔

ایمرجنسی کے اعلان کے بعد اختیارات کی وفاقی نوعیت ختم ہوجاتی ہے۔ اور ساری طاقت مرکزی حکومت کے ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ دوسرے حکومت کو یہ اختیار بھی حاصل ہوتا ہے کہ ایمرجنسی کے دوران وہ بنیادی حقوق کو معطل یا مختصر کردے۔ دستور کے الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمرجنسی ایک بہت ہی غیر معمولی طریقہ ہے جو صرف اسی صورت میں عمل میں لایا جاسکتا ہے جب روزمرہ کی جمہوری سیاست بالکل ہی ناقابل عمل ہوجائے۔ لہٰذا حکومت کو مخصوص اختیارات دیئے گئے ہیں۔

नईदुनिया

इन्दौर गुरुवार २६ जून १९७५

अखबारों पर बंदिश लगी, हटी

देश में तानाशाही रोकने के लंबे संघर्ष हेतु तैयार रहें

रामलीला मैदान की विशाल सभा में जयबाबू की घोषणा

श्रीमती गांधी को प्रधान... बने रहना ...

कानून मन्त्री ... कह नहीं सकते

IEP SUBS/SUBS:

Message to Chief Sub, Bombay/Ahmedabad, from Chief Sub, Delhi.

The censor rang up to say that the Prime Minister's interview to the correspondent of the "Daily Telegraph" should be sent to him before publication.

September 28, 1976

To Editor/News Editor/Chief Subs/Subs/Reporters/

No news, comments, rumour or other reports relating to the family planning programme should be published without clearance from the Censor.

Editorial,
7/3/1976

11 December 1975

THE TIMES OF INDIA

BOMBAY: FRIDAY, JUNE 27, 1975

STATE OF EMERGENCY DECLARED

Several leaders arrested

Security in peril, says P.M.

CM warns against call

NEW DELHI, June 26. THE President, Mr. Fakhruddin Ali Ahmed, declared a state of emergency this morning on account of threat to the security of the country due to "internal disturbances." A number of arrests have been made.

Rights suspended

Be vigilant, states told

Pre-censorship

CHIEF SUBS/SUBS/CHIEF REPORTER/REPORTERS:

Chief Sub, Delhi, to Chief Sub, Bombay/Ahmedabad:

Phone from censor (Mr. Laxmi Chand): "Only official version of Indo-Pak talks today to be used. No comments or editorials to be written.

© NCERT not to be republished

नया आपात्काल : जयप्रकाश और कई नेता गिरफ्तार
क्या नहीं हुआ
Emergency ensures YOUR Security— and the NATION'S
WORK MORE TALK LESS
प्रधान मन्त्री का क्रान्तिकारी कार्यक्रम आइए, इसे सफल बनाएं
To our readers
The city edition of Friday and dak editions of Friday and Saturday of the Hindustan Times could not be brought out as no power was available from 12-45 p m on Thursday till 7-15 p m on Friday. The inconvenience is deeply regretted
THE HINDUSTAN TIMES
New Delhi Monday March 21 1977
MRS GANDHI DEFEATED
Janta Party forges ahead in North
Bansi Lal, Sanjay out
We've always practised Compulsory Sterilisation
Amul
The night the city didn't sleep
Cong rout in Delhi total
Nightmare over, says Vajpayee
Party position at 2.30 a.m.
Boroooah calls on Mrs Gandhi
KHOSLA-CREPELLE
Late City Edition

25 جون 1975 کی رات وزیراعظم نے ایمرجنسی کے نفاذ کے لیے صدر فخرالدین علی احمد سے سفارش کی۔ انھوں نے فوراً ہی حکم نامہ جاری کر دیا۔ آدھی رات کے بعد تمام بڑے اخباروں کے دفتروں کی بجلی کاٹ دی گئی۔ دوسری صبح سویرے اپوزیشن کے لیڈروں اور کارکنوں کی ایک کثیر تعداد کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد 26 جون کو صبح 6 بجے ایک خصوصی میٹنگ میں کابینہ کو مطلع کر دیا گیا۔

نتائج

اس سے مظاہرے اور احتجاج یک لخت ختم ہو گئے، ہڑتالیں ممنوع قرار دی گئیں۔ بہت سے اپوزیشن لیڈر جیل بھیج دیے گئے اور سیاسی صورت حال اگرچہ تناؤ سے بھری تھی لیکن خاموش تھی۔ ایمرجنسی کے خصوصی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے حکومت نے اخبارات ورسائل کی آزادی کو معطل کر دیا۔ اخباروں کے لیے لازمی ہو گیا کہ شائع ہونے والے مواد کے لیے وہ پہلے سے اجازت حاصل کریں۔ یہ پریس سنسرشپ، کے نام سے جانا جاتا ہے۔ فرقہ وارانہ اور سماجی کشیدگی کے اندیشہ کی وجہ سے حکومت نے جماعت اسلامی اور راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ RSS کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ احتجاج ، ہڑتالوں اور عوامی مظاہروں کو ممنوع کر دیا اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ ایمرجنسی کے تحت شہریوں کے مختلف بنیادی حقوق بھی معطل ہو گئے تھے جس میں کہ شہریوں کا ہائی کورٹ کے ذریعے اپنے بنیادی حقوق کی بحالی کا حق بھی شامل تھا۔

حکومت نے احتیاطی گرفتاریوں کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ اس دفعہ کے تحت لوگوں کو اس لیے گرفتار نہیں کیا جاتا کہ انھوں نے کوئی جرم کیا ہے بلکہ اس اندیشے کے تحت گرفتار کیا جاتا ہے کہ وہ جرم کر سکتے ہیں۔ احتیاطی گرفتاری ایکٹ کو استعمال کرتے ہوئے حکومت نے ایمرجنسی کے دوران بڑے پیمانے پر گرفتاریاں کیں۔ گرفتار شدہ سیاسی کارکن اپنی حراست کو حبس بے جا (Habeas Corpus) کے ذریعے چیلنج نہیں کر سکتے تھے۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں کئی درخواستیں گرفتار شدگان کی طرف سے داخل کی گئیں لیکن حکومت نے دعویٰ کیا کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ گرفتار شدہ شخص کو یہ بتایا جائے کہ وہ کیوں اور کن بنیادوں پر گرفتار کیا جا رہا ہے۔ کئی ہائی کورٹوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ایمرجنسی کے نفاذ کے باوجود عدالتیں حبس بے جا کی درخواستوں پر فیصلہ کر سکتی ہیں۔ اپریل 1976 میں سپریم کورٹ نے ہائی کورٹوں کے اس فیصلے کو خارج کرتے ہوئے حکومت کے نقطۂ نظر کو تسلیم کر لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ ایمرجنسی کے دوران حکومت ایک شہری کے حق زندگی اور آزادی کو ختم کر سکتی ہے۔ اس فیصلہ نے شہریوں کے لیے عدالت کے دروازے بند کر دیے اور یہ فیصلہ سپریم کورٹ کا سب سے متنازعہ فیصلہ کہا جاتا ہے۔

ایمرجنسی کے خلاف کئی کام کیے گئے۔ کئی وہ سیاسی لیڈر جو پہلی لہر میں گرفتار نہیں کیے جا سکے تھے روپوش ہو گئے اور حکومت کے خلاف مظاہرے منظم کرتے رہے۔ انڈین ایکسپریس اور اسٹیٹسمین، جیسے اخباروں نے احتجاج کے طور پر سنسر کی ہوئی خبروں کے بجائے خالی جگہیں چھوڑنی شروع کر دیں۔ سیمینار، اور 'مین اسٹریم' جیسے رسالوں نے

سنسرشپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے بند ہو جانا بہتر سمجھا۔ ایمرجنسی کی مخالفت میں لکھنے کی وجہ سے کئی صحافیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ کئی زمین دوز پمفلٹ اور اخبار بھی نکالے گئے تاکہ سنسرشپ سے بچا جا سکے۔ کنڑ ادیب شوارا ما کارنتھ جنھیں پدم بھوشن کا خطاب اور ہندی ادیب فانیشور ناتھ رینو جو پدم شری سے نوازے جا چکے تھے، دونوں نے جمہوریت کی معطّلی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنے خطاب واپس کر دیے۔ لیکن عام طور سے ایمرجنسی کی مخالفت میں اتنے جرأت مندانہ اقدام کی تعداد بہت کم تھی۔

ان چند لوگوں کی بات نہیں کرنی چاہیے جنھوں نے احتجاج کیا۔ باقی لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے؟ بڑے افسران، دانشور، سماجی اور مذہبی رہنما، شہری، یہ سب کیا کر رہے تھے؟

پارلیمنٹ نے دستور میں بھی کئی تبدیلیاں کیں۔ اندرا گاندھی مقدمہ میں الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ کے پس منظر میں ایک ترمیم یہ کی گئی کہ وزیر اعظم، صدر اور نائب صدر کے الیکشن کو کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ دستور میں بیالیسویں ترمیم بھی ایمرجنسی کے زمانے میں ہی منظور کی گئی۔ آپ اس کے بارے میں پہلے پڑھ چکے ہیں کہ یہ دستور میں مختلف مقامات پر کی گئی ترمیموں کا ایک سلسلہ تھا اور انھیں میں سے ایک ترمیم یہ بھی کہ ملک میں قانون ساز اداروں کی مدت پانچ سے بڑھا کر چھ سال کر دی گئی۔ یہ تبدیلی محض ایمرجنسی کے زمانہ کے لیے نہیں تھی بلکہ اس کی نوعیت دائمی تھی۔ اس کے علاوہ ایمرجنسی کے دوران الیکشن ایک سال کے لیے ٹالے جا سکتے ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ 1971 کے بعد الیکشن 1976 کے بجائے 1978 میں ہوں گے۔

ایمرجنسی کے بارے میں اختلافات

ایمرجنسی ہندوستانی سیاست کا سب سے زیادہ متنازعہ واقعہ ہے۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ ایمرجنسی کے نفاذ کی ضرورت پر لوگوں میں اختلاف رائے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دستور کی جانب سے دیے گئے اختیارات کے استعمال سے حکومت نے عملی طور پر جمہوریت کو معطل کر دیا۔ اور ایمرجنسی کے بعد شاہ کمیشن کی تحقیقات کے مطابق ایمرجنسی کے درمیان کافی، زیادتیاں، ہوئی تھیں۔ آخر میں یہ کہ ہندوستانی جمہوریت کے عمل کو ایمرجنسی سے کیا سبق حاصل ہوتے ہیں۔ آئیے ان سب پر باری باری نظر ڈالتے ہیں۔

شاہ تحقیقاتی کمیشن

مئی 1977 میں جنتا پارٹی کی حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیشن ریٹائرڈ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ آف انڈیا جسٹس جے۔ سی۔ شاہ کی سرکردگی میں 25 جون 1975 کو نافذ کی ہوئی ایمرجنسی کے دوران طاقت کے غلط استعمال، زیادتیوں اور بے ایمانیوں کے مختلف پہلوؤں، پر تحقیق کرنے کے لیے قائم کیا۔ کمیشن نے کئی قسم کے ثبوتوں پر غور کیا اور بہت سے لوگوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جس میں مسز گاندھی بھی شامل تھیں جو کمیشن کے سامنے حاضر ہوئیں لیکن کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔

ہندوستان کی حکومت نے شاہ کمیشن کے انکشافات، مشاہدات اور سفارشات اپنی دو عبوری رپوٹوں میں اور تیسری اور آخری رپورٹ کو منظور کر لیا۔ اور ان رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں بحث کے لیے رکھا گیا تھا۔

© NCERT not to be republished

بشکریہ: آر۔کے۔ لکشمن، ٹائمز آف انڈیا

شاہ کمیشن کی پورٹ جاری ہونے پر کمیشن کے روبرو سامنا ہونے کے موقع پر مسز گاندھی پر یہ کارٹون بنایا گیا تھا۔

کافی تھا۔حکومت کی دلیل یہ تھی کہ جمہوریت کے اندر مخالف پارٹیاں منتخب حکمراں پارٹی کو اس کی پالیسیوں کے مطابق ملک کو چلانے کی اجازت دیں۔اس کے خیال میں مظاہرے، احتجاج اور احتجاجی عمل کی اتنی تیز رفتاری جمہوریت کے لیے بہتر نہیں ہیں۔اندرا گاندھی کے لواحقین کا یہ خیال بھی تھا کہ جمہوریت میں ہمیشہ پارلیمنٹ سے باہر کی سیاست کو حکومت کو نشانہ بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ایک تو اس سے عدم استحکام کی حالت پیدا ہوتی ہے دوسرے یہ انتظامیہ کے روزمرّہ کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتا ہے جو وہ ملک کی ترقی کو یقینی بنانے کے لیے کرتی ہے۔اس وجہ سے تمام صلاحیتیں قانون اور امن کے نفاذ میں صرف ہوجاتی ہیں۔ اندرا گاندھی نے شاہ کمیشن کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ تخریب پسند قوتیں حکومت کے ترقیاتی پروگرام میں روڑے اٹکا رہی تھیں اور غیر آئینی طریقوں سے ان کو ہٹانے کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی تھیں۔

کچھ دوسری پارٹیاں جیسے کہ CPI جس نے ایمرجنسی کے وقت کانگریس کا ساتھ دیا تھا یہ گمان کرتی تھیں کہ ہندوستان کی وحدت کو ختم کرنے کے لیے ایک بین الاقوامی سازش کام کر رہی ہے۔اس کے خیال میں ان حالات میں احتجاج اور مظاہروں پر پابندیاں عائد کرنا صحیح کام ہے۔کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کا یہ بھی خیال تھا کہ جے پرکاش کی تحریک مڈل کلاس لوگوں کی تحریک تھی جو کانگریس کی انقلابی پالیسیوں کے خلاف تھے۔لیکن ایمرجنسی کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس کے اندازے غلط تھے۔اور ایمرجنسی کی حمایت ان کی ایک بھول تھی۔

”جمہوریت کے نام پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جمہوری عمل کو معطل کر دیا جائے۔ منتخب حکومتوں کو کام کرنے کا موقعہ نہیں دیا جارہا ہے۔ احتجاجوں نے ماحول کو گرما دیا ہے جس سے تشدد پھیلا ہے۔ کچھ لوگ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انھوں نے فوج کو بغاوت اور پولیس کو نافرمانی کے لیے اکسایا ہے ۔ تخریب کاری کی قوتیں شدت سے سرگرم عمل ہیں اور فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دی جارہی ہے جس سے ہماری سالمیت کو خطرہ ہے۔ آخر ایک حکومت کس طرح اپنے نام کی لاج رکھ سکتی ہے اور ملک کے استحکام کو مشکل میں دیکھ سکتی ہے؟ چند لوگوں کی حرکتوں کی وجہ سے وسیع اکثریت کے حقوق کو خطرہ درپیش ہے“

اندرا گاندھی
26 جون 1975 کو آل انڈیا ریڈیو سے قوم سے خطاب کرتے ہوئے

© NCERT not to be republished

دہلی کے ترکمان گیٹ علاقے کا انہدام

ایمرجنسی کے دوران دہلی کی غریب بستیوں میں رہنے والے لوگ کثیر تعداد میں بے گھر ہوئے۔ جھگی جھونپڑیوں والوں کو طاقت کے ذریعہ اس وقت کے بنجر جمنا پار کے علاقے میں بسایا گیا۔ ان ہی متاثرہ علاقوں میں ترکمان گیٹ کی کالونیاں بھی تھیں۔ اس علاقے کی جھگیاں گرادی گئیں۔ اس علاقے کے سینکڑوں لوگوں کی جبری نس بندی کی گئی۔ اکثر لوگ نس بندی سے اس لیے بچ گئے کہ وہ اس کام کے لیے دوسروں کو پھُسلا کر لے آئے۔ نس بندی کی ترغیب کے لیے وہ حکومت کی جانب سے زمین کے ایک ٹکڑے کے مستحق ہوجاتے تھے۔ اس طرح جہاں بہت لوگ حکومت کی طرف سے شروع کیے گئے پروگراموں کا شکار ہوئے وہاں ایسے بھی تھے جنھوں نے دوسروں کو اس کا شکار بنایا تاکہ وہ زمین کا ایک ٹکڑا قانونی طور سے حاصل کرسکیں اور اس طرح یک طرفہ خانماں بربادی سے بچ سکیں۔

ماخذ: شاہ کمیشن تحقیقاتی رپورٹ۔ عبوری رپورٹ II

دوسری طرف ایمرجنسی کے نکتہ چینوں نے کہا کہ ہندوستان کی جدوجہد آزادی سے اب تک ہندوستانی سیاست کی تاریخ ایک عوامی جدوجہد کی تاریخ ہے۔ جے پرکاش اور ان کے ہمنواؤں کا خیال تھا کہ جمہوریت میں عوام کو حکومت کے خلاف کھلے مظاہروں اور احتجاج کا حق حاصل ہے۔ بہار اور گجرات کی تحریکیں عام طور سے پُرامن اور عدم تشدد کی تھیں۔ جن کو گرفتار کیا گیا ان پر کسی بھی ملک مخالف حرکت کی وجہ سے مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ زیادہ تر گرفتار شدگان کے خلاف کوئی مقدمہ رجسٹرڈ نہیں کیا گیا۔ وزارت داخلہ نے بھی، جس پر ملک کی اندرونی حالت کا جائزہ لینے کی ذمے داری عائد ہوتی ہے، لاقانونیت کے بارے میں کسی اندیشے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اگر کچھ مظاہرے اپنی حدوں سے باہر نکل گئے تھے تو حکومت کے پاس ان سے نمٹنے کے لیے پہلے ہی سے کافی قوت موجود تھی۔ لہٰذا جمہوری عمل کو معطل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی ایمرجنسی جیسے سخت گیر اقدام کی کوئی معقول وجہ تھی۔ خطرہ دراصل ملک کی سالمیت اور یک جہتی کو نہیں بلکہ حکمراں پارٹی اور خود وزیراعظم کو تھا۔ نکتہ چینوں کا کہنا ہے کہ اندرا گاندھی نے دستور کی ایک دفعہ کو جو ملک کے تحفظ کے لیے تھی اپنے اقتدار کی حفاظت کے لیے استعمال کیا۔

ایمرجنسی کے دوران کیا ہوا؟

ایمرجنسی کا اصل نفاذ یا صحیح صورت حال ایک اور متنازعہ مسئلہ ہے۔ کیا حکومت نے اپنے ایمرجنسی اختیارات کا غلط استعمال کیا؟ کیا زیادتیاں ہوئیں اور اقتدار کا ناجائز استعمال ہوا؟ حکومت کی دلیل تھی کہ ایمرجنسی کے استعمال سے وہ امن اور قانون قائم کرنا چاہتی تھی، کارکردگی بحال کرنا چاہتی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ غریبوں کی فلاح و بہبود کے پروگرام نافذ کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے تحت حکومت نے ایک بیس نکاتی پروگرام جاری کیا اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنے مضبوط عزم کا اظہار کیا۔ اس بیس نکاتی پروگرام میں زمینی اصلاحات، زمین کی ازسرنو تقسیم، زرعی اُجرتوں پر نظر ثانی،

© NCERT not to be republished

اپنے والدین اور خاندان اور پڑوس کے دوسرے بزرگوں سے پوچھیے کہ 77-1975 کے درمیان ان کا تجربہ کیا تھا؟ مندرجہ ذیل نکتوں پر نوٹ لیجیے۔

- ایمرجنسی کے درمیان ان کا ذاتی تجربہ
- آپ کے محلّہ میں ایمرجنسی کی حمایت یا مخالفت کی کوئی رپورٹ
- 1977 کے الیکشن میں ان کی حصہ داری اور جس کو بھی انھوں نے ووٹ دیا تو کیوں دیا۔

اپنے نوٹس کو یک جا کیجیے اور 'میرے گاؤں یا شہر میں ایمرجنسی' کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کیجیے۔

انتظامیہ میں کاریگروں یا مزدوروں کی حصہ داری اور جبری مزدوری کا خاتمہ وغیرہ شامل تھے۔ ایمرجنسی کے اعلان کے ابتدائی مہینوں میں عام طور سے مڈل کلاس خوش تھا کیوں کہ احتجاج وغیرہ ختم ہو چکے تھے اور سرکاری ملازمین پر ڈسپلن تھوپ دیا گیا تھا۔ غریب اور دیہی عوام بھی حکومت کے فلاحی پروگراموں کی موثر عمل آوری کی امید کر رہے تھے۔ یوں سماج کے مختلف طبقے ایمرجنسی سے مختلف امیدیں لگائے ہوئے تھے اور اس کے متعلق الگ الگ نظریات بھی رکھتے تھے۔

'نہیں، ابھی نہیں، ابھی تمھارا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا خطرناک ہے'

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن ٹائمز آف انڈیا

ایمرجنسی کے ناقدین کا کہنا ہے کہ حکومت نے جن پروگراموں کا وعدہ کیا تھا ان میں سے اکثر پورے نہیں ہوئے اور ان کا مقصد صرف ان زیادتیوں سے توجہ ہٹانا تھا جو کی جا رہی تھیں۔ وہ احتیاطی گرفتاریوں کے اتنے بڑے پیمانے کے

استعمال پر سوال اٹھاتے تھے۔ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کئی بڑے لیڈر گرفتار کر لیے گئے تھے۔گرفتار شدہ اپوزیشن لیڈروں کی مجموعی تعداد676 تھی ۔شاہ کمیشن کا اندازہ تھا کہ تقریباً ایک لاکھ گیارہ ہزار لوگوں کو احتیاطی گرفتاری کے تحت حراست میں لیا گیا تھا۔ پریس پر بہت سخت پابندیاں عائد کردی گئی تھیں جن میں سے کچھ بالکل غیر قانونی تھیں۔شاہ کمیشن کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ دہلی پاور سپلائی کارپوریشن کے جنرل منیجر کو دہلی کے لفٹیننٹ گورنر کے زبانی احکام ملے تھے کہ 26 جون 1975 کو رات دو بجے تمام اخبارات کی بجلی کاٹ دی جائے۔دو یا تین دن بعد بجلی بحال ہوئی جب کہ سنسر شپ کا ڈھانچہ تیار ہو چکا تھا۔

حراست میں راجن کی موت

کیرالہ کے کالی کٹ انجینئرنگ کالج کے آخری سال کے ایک طالب علم پی۔راجن کو اس کے ایک اور ساتھی جوزف چالی کے ساتھ یکم مارچ 1976 کو صبح ہی صبح ہوسٹل سے اٹھا لیا گیا۔راجن کے باپ ٹی۔وی۔ ایچارا وَریر نے اپنے بیٹے کا پتہ لگانے کے لیے جان توڑ کوششیں کیں۔ وہ اسمبلی کے ممبروں سے ملے، متعلقہ افسروں کے پاس درخواستیں بھیجیں اور اس وقت کے وزیر داخلہ کے۔ کرونا کرن سے بھی مدد مانگی۔کیوں کہ ایمرجنسی نافذ ہو چکی تھی لہٰذا شہریوں کی آزادی کے مقدمات کو عدالت میں نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ایمرجنسی کے بعد وَریر نے کیرالہ کے ارناکلم ہائی کورٹ میں حبس بے جا کی عرض داشت داخل کی گواہوں کے بیانات سے معلوم ہوا کہ راجن کو ہوسٹل سے ٹورسٹ بنگلہ لے جایا گیا جہاں دوسرے دن پولیس نے اس پر تشدد کیا۔بعد کی سنوائی میں کیرالہ حکومت نے ہائی کورٹ کو بتایا کہ راجن پولیس کی 'غیر قانونی حراست' میں پولیس کے مسلسل تشدد کی وجہ سے مر گیا۔ کیرالہ ہائی کورٹ کی ڈویژن بنچ نے فیصلہ دیا کہ کرونا کرن نے عدالت سے جھوٹ بولا تھا۔کرونا کرن اس وقت کیرالہ کے وزیر اعلیٰ ہو چکے تھے لیکن عدالت عالیہ کے کھرے تبصرہ کی بدولت ان کو اپنی کرسی چھوڑنی پڑی۔

ماخذ: شاہ تحقیقاتی کمیشن۔عبوری رپورٹ II

اس کے علاوہ دوسرے زیادہ سنگین الزامات ان لوگوں کے ضمن میں بھی لگائے گئے جن کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں تھی اور وہ حکومت کے کاموں میں دخل اندازی کرنے لگے تھے۔وزیر اعظم کے چھوٹے بیٹے سنجے گاندھی کے پاس اس وقت کوئی سرکاری عہدہ نہیں تھا۔اس کے باوجود انتظامیہ پر ان کا قبضہ تھا اور وہ حکومت کے معاملات میں دخل دیتے تھے۔دہلی میں انہدام اور جبری نس بندی میں ان کا کردار کافی متنازعہ بن گیا تھا۔

سیاسی کارکنوں کی گرفتاری اور پریس پر پابندی کے علاوہ اور بھی معاملات تھے جہاں ایمرجنسی نے عوام کی زندگی کو براہِ راست متاثر کیا۔ایمرجنسی کے دوران پولیس حراست میں لوگوں کو اذیتیں دی گئیں اور اموات بھی واقع ہوئیں۔

© NCERT not to be republished

غریب لوگوں کو بلا وجہ ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہوں پر بسایا گیا۔ اور آبادی پر قابو پانے کے حد سے زیادہ جوش میں جبری نس بندی کرائی گئی۔ ان مثالوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ اگر نارمل جمہوری عمل معطل کردیا جائے تو کیا کیا ہوسکتا ہے۔

ایمرجنسی کے سبق

ایمرجنسی سے فوراً ہندوستانی جمہوریت کی کمزوریاں اور قوتیں ظاہر ہوگئیں۔ اگرچہ کئی مبصرین کا یہ خیال ہے کہ ایمرجنسی کے دوران ہندوستان جمہوری نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی یہ امر قابل قدر ہے کہ ایک بہت ہی قلیل مدت میں جمہوری عمل کے مطابق چلنے لگا۔ لہٰذا ایمرجنسی کا پہلا سبق یہ ہے کہ ہندوستان میں جمہوریت کو ختم کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔

دوسرے یہ کہ ہندوستان کے دستور میں ایمرجنسی کے بارے میں ابہامات سامنے آئے جن کی بعد میں تصحیح کردی گئی۔ اب اندرونی ایمرجنسی صرف ایک مسلح بغاوت کی صورت میں ہی لاگو کی جاسکتی ہے اور یہ لازم ہے کہ ایمرجنسی لاگو کرنے کی سفارش صدر کے پاس یونین کیبنیٹ کی جانب سے تحریری شکل میں جانی چاہیے۔

“D.E.M.O'CRACY کی موت پر ان کی بیوہ T.Ruth، ان کا بیٹا L.I. Bertic اور ان کی بیٹیاں Faith، Hope اور Justice اپنے شدید غم کا اظہار کرتے ہیں”

1975 یہ بے نام اشتہار میں ایمرجنسی کے اعلان کے فوراً بعد ٹائمز آف انڈیا میں شائع ہوا تھا۔

تیسرے یہ کہ ایمرجنسی کی وجہ سے عوام میں شہری آزادی اور حقوق کا شعور پیدا ہوا۔ عدالتوں نے بھی ایمرجنسی کے بعد افراد کی شہری آزادی کے تحفظ میں سرگرمی دکھائی جو ایمرجنسی کے دوران، ان حقوق کا تحفظ نہ کرسکنے پر اپنی بے بسی کے ردّعمل میں تھی۔ اس تجربے کے بعد شہری حقوق اور آزادی کے تحفظ کے لیے کئی انجمنیں وجود میں آئیں۔

بہر حال ایمرجنسی کے نازک لمحات نے کچھ ایسے مسائل پیدا کیے ہیں جن سے اب تک ٹھیک سے نمٹا نہیں جاسکا ہے۔ ہم نے اس باب میں پڑھا کہ پارٹیوں کی جانب سے مسلسل سیاسی مظاہروں اور ایک جمہوری حکومت کے معمول کے مطابق کام کاج میں ٹکراؤ ہوتا ہے۔ دونوں کے درمیان صحیح توازن کیا ہے؟ کیا عوام کو احتجاجی کارروائیاں کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ یا ان کے پاس ایسا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے یا یہ کہ کسی احتجاج کی حدود کیا ہونی چاہئیں؟

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایمرجنسی کا اصل نفاذ پولیس اور انتظامیہ کے ذریعہ ہوا ہے۔ یہ ادارے آزادی سے کام نہیں کرسکتے تھے۔ یہ حکمراں پارٹی کے سیاسی آلۂ کار بن گئے تھے۔ شاہ کمیشن کے مطابق پولیس اور انتظامیہ سیاسی دباؤ کا شکار ہوگئے تھے۔ لیکن یہ صورت حال ایمرجنسی کے بعد بھی ختم نہیں ہوئی۔

ایمرجنسی کے بعد کی سیاست

ایمرجنسی کا سب سے زیادہ قیمتی اور پائیدار سبق ایمرجنسی کے فوراً بعد حاصل ہوا اور لوک سبھا الیکشن کا اعلان کیا گیا۔

© NCERT not to be republished

1977 کا الیکشن دراصل ایمرجنسی کے مسئلے پر ایک ریفرنڈم تھا۔ کم سے کم شمالی ہندوستان کے بارے میں یہ سچ ہے کیوں کہ ایمرجنسی کا زیادہ اثر اسی علاقے پر ہوا تھا۔ اپوزیشن نے الیکشن کے لیے جمہوریت بچاؤ، کا نعرہ دیا۔ ایمرجنسی کے خلاف عوام کا ووٹ فیصلہ کن تھا۔ سبق بہت واضح تھا اور اس کے بعد یہ ریاستی سطح پر دہرایا جا چکا ہے۔ وہ حکومتیں جو جمہوریت مخالف سمجھی جاتی ہیں ووٹروں سے سزا پاتی ہیں۔ اس تناظر میں 77-1975 کا تجربہ ہندوستانی جمہوریت کی جڑیں مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ بن گیا۔

”آج ہندوستان کا یومِ آزادی ہے۔ ہندوستانی جمہوریت کی شمعیں بجھنے نہ دینا“

15 اگست 1975 کے دی ٹائمز، لندن میں 'Free JP Campaign' کی جانب سے ایک اشتہار۔

لوک سبھا الیکشن، 1977

اٹھارہ مہینوں کی ایمرجنسی کے بعد جنوری 1977 میں حکومت نے الیکشن کرانے کا فیصلہ کیا۔ تمام کارکنوں اور لیڈروں کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ مارچ 1977 میں الیکشن منعقد ہوئے۔ اپوزیشن کے پاس وقت کم تھا سیاسی واقعات بڑی تیزی سے رونما ہوئے۔ ایمرجنسی سے پہلے ہی بڑی اپوزیشن پارٹیاں ایک دوسرے کے نزدیک آ رہی تھیں۔ اب الیکشن کے موقعے پر ان سب نے مل کر ایک نئی پارٹی، جنتا پارٹی کے نام سے بنائی۔ نئی پارٹی نے جے پرکاش نارائن کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔ کانگریس کے وہ لیڈر جو ایمرجنسی کے مخالف تھے جنتا پارٹی میں شامل ہو گئے۔ کچھ اور لیڈر بھی کانگریس سے الگ ہو گئے اور جگ جیون رام کی قیادت میں علاحدہ پارٹی بنالی۔ یہ پارٹی جس کا نام کانگریس فار ڈیموکریسی تھا بعد میں جنتا پارٹی میں ضم ہو گئی۔

جنتا پارٹی نے اس الیکشن کو ایمرجنسی کے مسئلے پر ریفرنڈم کی شکل دے دی۔ اس کی الیکشن کی مہم میں زیادہ تر توجہ حکمرانی کے غیر جمہوری کردار اور ان زیادتیوں پر تھی جو اس عرصے میں پیش آئیں۔ پریس کی سنسر شپ اور ہزاروں لوگوں کی گرفتاری کے پس منظر میں رائے عامہ کانگریس کے خلاف تھی۔ جے پرکاش نارائن جمہوریت کی بحالی کی علامت بن گئے۔ جنتا پارٹی کی تشکیل سے یہ یقین بھی ہو گیا کہ غیر کانگریسی ووٹ آپس میں تقسیم نہیں ہوں گے۔ کانگریس کے لیے یہ وقت بلا شبہ بڑی مشکل کا وقت تھا۔ تاہم الیکشن کے آخری نتائج سے سب حیران رہ گئے۔ آزادی کے بعد پہلی بار کانگریس پارٹی کو لوک سبھا کے الیکشن میں شکست ہو گئی۔ لوک سبھا میں کانگریس کو صرف 154 سیٹیں حاصل ہو سکیں اور صرف 35 فی صد ووٹ حاصل ہو سکے۔ جنتا پارٹی اور اس کے حلیفوں نے لوک سبھا کی 542 سیٹوں میں سے 330 سیٹوں پر قبضہ کیا۔ جب کہ جنتا پارٹی نے 295 سیٹیں جیت کر ایک واضح اکثریت حاصل کر لی۔ شمالی ہندوستان میں کانگریس کے خلاف یہ زبردست انتخابی لہر تھی۔ کانگریس بہار، اتر پردیش، دہلی ہریانہ اور پنجاب میں ایک سیٹ بھی حاصل نہیں کر سکی اور راجستھان اور مدھیہ پردیش میں اسے صرف ایک ایک سیٹ ملی۔ اندرا گاندھی اور ان کا بیٹا سنجے گاندھی دونوں بالترتیب رائے بریلی اور امیٹھی سے ہار گئے۔

مرارجی دیسائی

(1896-1995): مجاہد آزادی، گاندھیائی لیڈر۔ کھادی، قدرتی طرز علاج اور شراب پر پابندی کے مبلغ۔ ممبئی ریاست کے وزیر اعلیٰ۔ نائب وزیر اعظم (1967-1969)، کانگریس کے بٹوارہ کے بعد کانگریس (او) میں شامل ہوئے۔ وزیر اعظم 1977 سے 1979 تک۔ ہندوستان کے پہلے غیر کانگریسی وزیر اعظم۔

© NCERT not to be republished

لیکن اگر آپ اس نقشے پر نظر ڈالیں جو نتائج کو بتاتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ کانگریس نے یہ الیکشن پورے ملک میں نہیں ہارا تھا۔ اس نے مہاراشٹر، گجرات اور اڑیسہ میں کئی سیٹیں حاصل کیں اور تقریباً تمام جنوبی ریاستوں میں فتح یاب ہوئی۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ایمرجنسی کے اثر تمام ریاستوں میں یکساں طور پر محسوس نہیں کیے گئے تھے۔ جبری نس بندی اور جبری خانماں خرابی کا مرکز زیادہ تر شمالی ریاستیں تھیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ کہ شمالی ہندوستان

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن ٹائمز آف انڈیا 29 مارچ 1977

ایک کارٹونسٹ کا خیال کہ 1977 کے الیکشن میں کون جیتا اور کسے شکست ہوئی۔ عوام کے ساتھ جو لوگ کھڑے نظر آرہے ہیں ان میں جگ جیون رام، مرارجی ڈیسائی، چرن سنگھ اور اٹل بہاری باجپئی ہیں۔

سیاسی زور آزمائی کی نوعیت میں ایک طویل مدتی تبدیلی کا تجربہ کر چکا تھا۔ متوسط طبقہ اب کانگریس سے دور ہو رہا تھا اور اس کو جنتا پارٹی کی صورت میں ایک دوسرے سے قریب آنے کے لیے بہتر پلیٹ فارم ملا۔ یعنی یہ کہ 1977 کے الیکشن صرف ایمرجنسی سے متعلق ہی نہیں تھے۔

جنتا حکومت

1977 کے الیکشن کے بعد جو جنتا حکومت برسر اقتدار آئی وہ باہمی طور پر مضبوطی کے ساتھ مربوط اور جڑی ہوئی نہیں تھی۔ الیکشن کے بعد تین لیڈروں میں وزارت عظمیٰ کے لیے زبردست مقابلہ تھا۔ سب سے پہلے تو مرارجی ڈیسائی تھے جو 1966-1967 سے اندرا گاندھی کے حریف رہے تھے۔ دوسرے اتر پردیش سے کسانوں کے لیڈر اور بھارتیہ

1977 کے الیکشن کے بعد پہلی غیر کانگریسی حکومت کی حلف برداری۔تصویر میں جے پرکاش نارائن، جے پی کرپلانی، مرار جی دیسائی اور اٹل بہاری باجپئی نظر آرہے ہیں۔

لوک دل کے رہنما چرن سنگھ تھے۔اور تیسرے جگ جیون رام تھے جن کے پاس کانگریس کی حکومتوں میں ایک سینیئر وزیر کا وسیع تجربہ تھا۔آخر کار مرار جی ڈیسائی وزیر اعظم چن لیے گئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ پارٹی کے اندر اقتدار کی رسہ کشی کا خاتمہ ہو گیا۔

ایمر جنسی کی مخالفت جنتا پارٹی کو مختصر مدت کے لیے ہی متحدہ رکھ سکی۔اس کے ناقدین کا خیال تھا کہ جنتا پارٹی میں جہت اور سمت، قیادت ایک مشترکہ پروگرام موجود نہیں ہیں۔ جنتا پارٹی کانگریس کی بنائی ہوئی پالیسیوں میں کوئی بنیادی تبدیلی نہ لاسکی۔ جنتا پارٹی ٹوٹ گئی اور مرار جی ڈیسائی کی رہنمائی میں چلنے والی حکومت 18 مہینے سے کم میں ہی اکثریت کھو بیٹھی۔کانگریس پارٹی کی حمایت کی یقین دہانی پر ایک اور حکومت چرن سنگھ کی سربراہی میں بنی۔لیکن کانگریس پارٹی نے بعد میں حمایت واپس لے لی۔ نتیجہ کے طور پر چرن سنگھ حکومت صرف چار مہینے اقتدار میں رہ سکی۔ جنوری 1980 میں نئے لوک سبھا الیکشن ہوئے جن میں جنتا پارٹی کو مکمل شکست ہوئی خاص طور سے شمالی ہندوستان میں جہاں 1977 میں انھوں نے بے پناہ کامیابی حاصل کی تھی۔ اندرا گاندھی کی قیادت میں کانگریس پارٹی اپنی 1971 کی عظیم کامیابی کو دہرانے کے نزدیک آگئی۔اس نے 353 سیٹیں حاصل کیں اور اقتدار میں واپس آگئی۔

لوک سبھا انتخابات کے نتیجے
1977

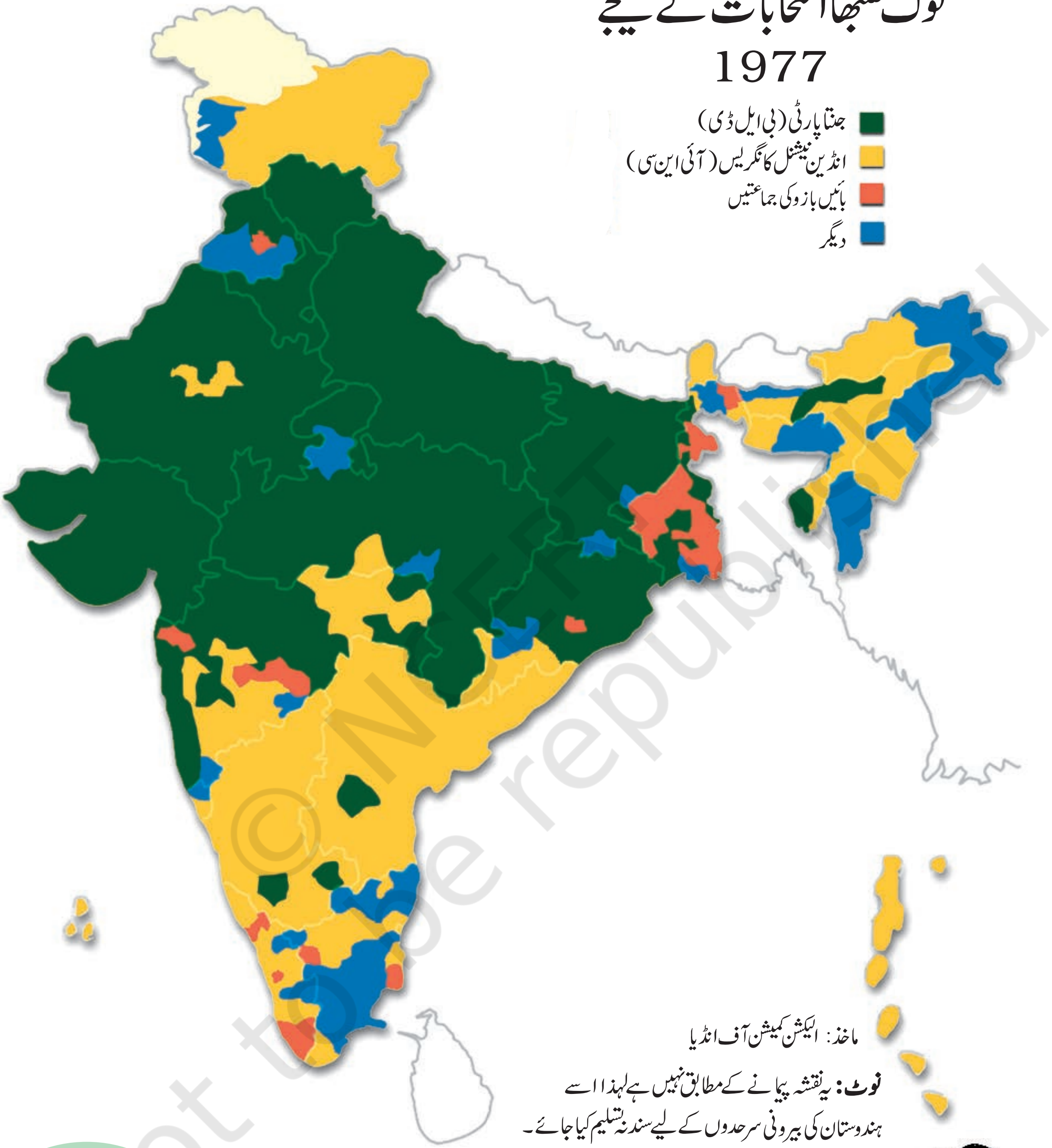

ماخذ: الیکشن کمیشن آف انڈیا

نوٹ: یہ نقشہ پیمانے کے مطابق نہیں ہے لہٰذا اسے ہندوستان کی بیرونی سرحدوں کے لیے سند نہ تسلیم کیا جائے۔

© NCERT not to be republished

اس نقشہ کا مطالعہ کرکے ان ریاستوں کی نشان دہی کیجیے جہاں :

- کانگریس ہاری
- کانگریس بہت بری طرح سے ہاری اور
- وہ ریاستیں جہاں کانگریس اور اس کے حلیفوں نے اپوزیشن کا صفایا کر دیا

شمالی ہندوستان کے کون سے انتخابی حلقوں میں کانگریس کو فتح حاصل ہوئی؟

آخر ہم 1977 کے الیکشن کے نتائج کو فیصلہ کن کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ شمال اور جنوب نے بالکل ہی الگ الگ طرح سے ووٹ ڈالے ہیں؟

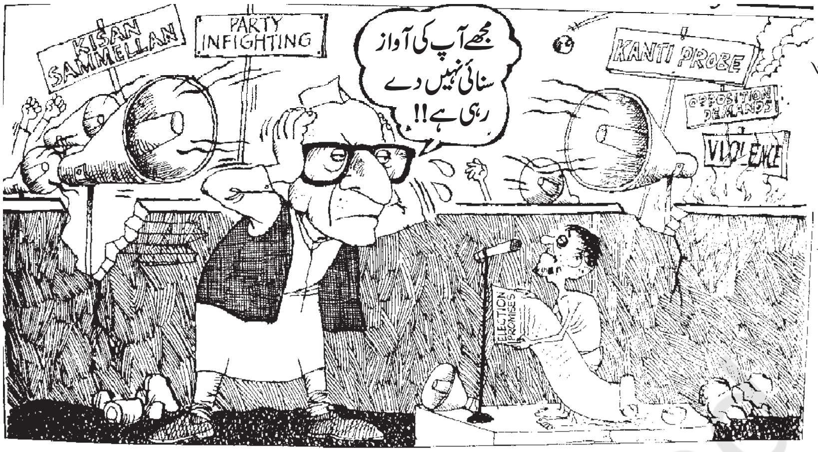

بشکریہ: اتانو رائے / انڈیا ٹوڈے

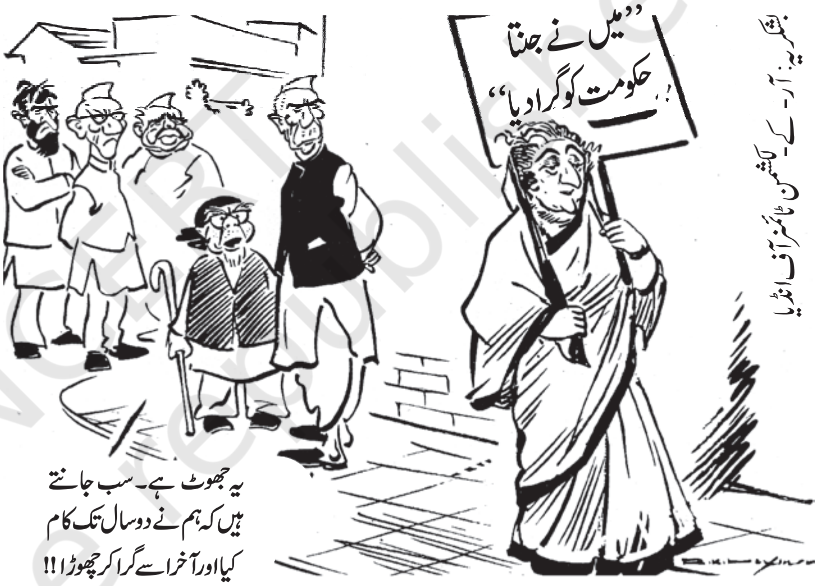

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن، ٹائمز آف انڈیا

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن، ٹائمز آف انڈیا

اس زمانے میں جنتا پارٹی کے اندرونی جھگڑے پر کئی کارٹون بنائے گئے۔ اوپر چند منتخب کارٹون ہیں

چودھری چرن سنگھ (1902-1987):

جولائی 1979 اور جنوری 1980 کے درمیان ہندوستان کے وزیراعظم۔ مجاہد آزادی۔ اترپردیش کی سیاست میں فعال۔ دیہی اور زرعی ترقی کے مبلغ۔ 1967 میں کانگریس پارٹی چھوڑ کر بھارتیہ کرانتی دل بنائی۔ دوبار اترپردیش کے وزیراعلیٰ۔ 1977 میں جنتا پارٹی کے بانیوں میں سے ایک۔ اس کے بعد نائب وزیراعظم اور وزیر داخلہ 79-1977۔ لوک دل کے بانی۔

1977-79 کے تجربہ نے ایک اور سبق سکھایا کہ وہ حکومتیں جو غیر مستحکم اور جھگڑالو ہوتی ہیں ووٹران کو سزا دیتے ہیں۔

وراثت

لیکن کیا یہ صرف اندرا گاندھی کی واپسی کا معاملہ تھا؟ 1977 اور 1980 کے درمیان پارٹی سسٹم ڈرامائی طور سے بدل چکا تھا۔ 1969 کے بعد سے کانگریس پارٹی نے مختلف نظریات رکھنے والے کارکنوں اور لیڈروں کو اپنی چھتری کے سائے تلے سے ہٹانا شروع کر دیا تھا۔ اب کانگریس پارٹی نے ایک خاص نظریہ کی بنیاد پر اپنی شناخت بنائی اور خود کو تنہا سماج وادی اور غریبوں کی حمایتی پارٹی بتایا۔ اس طرح انیس سو ستر کی دہائی کے شروع میں کانگریس کی کامیابی اس سماجی اور نظریاتی امتیاز پر منحصر تھی جس نے لوگوں کے دل اپنی طرف کھینچے اور یقیناً ساتھ میں اندرا گاندھی کی جاذبیت نے بھی۔ کانگریس پارٹی کی ساخت کی نوعیت میں تبدیلی کے بعد دوسری پارٹیوں نے زیادہ سے زیادہ اس عمل پر انحصار کیا جس کو ہندوستانی سیاست میں 'غیر کانگریسیت' کہا جاتا ہے۔ انہیں اس بات کی بھی سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ الیکشن میں غیر کانگریسی ووٹ میں تقسیم نہ ہوں۔ اس عنصر نے 1977 کے الیکشن میں اہم کردار ادا کیا۔

جگ جیون رام
(1908-1986) :
مجاہد آزادی اور بہار کے کانگریس لیڈر۔ ہندوستان کے نائب وزیر اعظم (1977-79)۔ دستور ساز اسمبلی کے ممبر۔ 1952 سے موت تک پارلیمنٹ کے ممبر، آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر محنت۔ 1952 سے 1977 تک کئی وزارتوں کو سنبھالا۔ ایک دانشور اور بہترین منتظم۔

پس ماندہ طبقوں کی فلاح و بہبود کا مسئلہ 1977 کے بعد ہندوستانی سیاست میں بالواسطہ طور پر کافی اہم ہوگیا۔ جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں 1977 کے الیکشن کے نتائج کا کچھ حصہ پس ماندہ ذاتوں کی وفاداری کی تبدیلی کا تھا۔ 1977 میں لوک سبھا کے الیکشن کے بعد کئی ریاستوں کی اسمبلی کے الیکشن ہوئے۔ اس بار پھر شمالی ریاستوں نے غیر کانگریسی حکومتوں کو منتخب کیا جس میں پسماندہ طبقات کے لیڈروں نے اہم کردار ادا کیا۔ بہار میں 'دوسرے پس ماندہ طبقوں' کے بارے میں ریزرویشن کا مسئلہ کافی متنازعہ بن گیا اس لیے جنتا حکومت نے مرکزی منڈل کمیشن کا تقرر کیا۔ آپ اس کے متعلق اور پس ماندہ ذاتوں کی سیاست کے بارے میں آخری باب میں مزید پڑھیں گے۔ ایمرجنسی کے بعد کے الیکشن نے پارٹی سسٹم میں اس تبدیلی کے عمل کے لیے راہ ہموار کی۔

ایمرجنسی اور اس کے آس پاس کے زمانے کو آئینی بحران کا زمانہ کہہ سکتے ہیں کیوں کہ اس کی جڑیں اس آئینی کشمکش میں تھیں جو پارلیمنٹ اور عدلیہ کے دائرہ اختیار پر ہوئی تھی۔ دوسری طرف یہ ایک سیاسی بحران کا زمانہ بھی تھا۔ حکمراں پارٹی کے پاس مطلق اکثریت موجود تھی لیکن اس کے باوجود اس کے لیڈروں نے جمہوری عمل کو معطل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہندوستانی دستور کے بنانے والوں کو یقین تھا کہ تمام سیاسی جماعتیں بنیادی طور سے جمہوری

© NCERT not to be republished

بشکریہ: آر۔ کے۔ لکشمن ٹائمز آف انڈیا 13 نومبر 1979

یہ کارٹون 1980 کے الیکشن کے نتیجہ کے بعد آیا۔

روایتوں کا احترام کریں گی۔ یہاں تک کہ ایمرجنسی کے دوران اگر حکومت اپنی غیر معمولی اختیارات کا استعمال کرے تو وہ بھی قانون اور اس کے اصولوں کے دائرہ میں ہوگا۔ اس توقع نے ایمرجنسی کے دوران حکومت کو کھلی چھٹی دیدی۔ ان اختیارات کا ایمرجنسی کے دوران غلط استعمال ہوا۔ یہ سیاسی بحران آئینی بحران سے زیادہ سنگین تھا۔

ایک اور نازک سوال جو اس زمانے میں ابھر کر سامنے آیا وہ ایک پارلیمنٹری جمہوریت میں عوامی مظاہروں کے کردار اور ان کی حدود سے متعلق تھا۔ بلاشبہ ایک ادارتی طور سے مستحکم جمہوریت اور ایک لحاظ طور سے مقبول حصہ داری

میں پہلے ہی سے تناؤ موجود تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس تناؤ کی وجہ سے پارٹی سسٹم عوام کی آرزوؤں کو اپنے ساتھ لے کر چلنے میں ناکام رہا ہو۔ آنے والے باب میں ہم اس کشیدگی کے کچھ نمونے دیکھیں گے خاص طور سے عوامی تحریکوں اور علاقائی شناخت پر بحث ومباحثہ۔

آیئے! ایک فلم دیکھیں

ہزاروں خواہشیں ایسی

سدھارتھ ، وکرم اور گیتا تین سماجی طور سے مصروف اور جوشیلے طالب علم ہیں۔ دہلی کے گریجوئٹ ہیں لیکن ان کی منزلیں مختلف ہیں۔ سدھارتھ سماجی تبدیلی کے انقلابی نظریہ کا زبردست حامی ہے۔ وکرم کو زندگی میں ہر قیمت پر کامیابی چاہیے تھی۔ یہ فلم اس سفر کی کہانی ہے جو وہ اپنی منزل پانے کے لیے اختیار کرتے ہیں اور پس پردہ مایوسیوں کی بھی۔

فلم ستر کی دہائی کے پس منظر میں بنائی گئی ۔ یہ نوجوان کردار اس زمانے کی توقعات اور تصورات کی تخلیق ہیں۔ سدھارتھ انقلاب لانے کی اپنی خواہشات میں ناکام رہتا ہے لیکن وہ غریبوں کی مشکلات میں اتنا غرق ہوتا ہے کہ وہ ان کی ترقی اور سدھار کو انقلاب سے زیادہ اہم سمجھتا ہے۔ دوسری طرف وکرم ایک سیاسی شخصیت بن جاتا ہے لیکن ہمیشہ غیر مطمئن رہتا ہے۔

سال	:	2005
ہدایت کار	:	سدھیر مشرا
اسکرین پلے	:	سدھیر مشرا، رچی نارائن اور شوکمار سبرامنیم
کاسٹ	:	کے۔ کے مینن، شائنی اہوجہ چترانگاڈا سنگھ

© NCERT not to be republished

مشقیں

1۔ مندرجہ ذیل بیانات ایمرجنسی کے حوالے سے غلط ہیں یا صحیح؟

(a) اس کا اعلان اندرا گاندھی نے 1975 میں کیا تھا۔

(b) اس کے ذریعہ تمام بنیادی حقوق معطل ہو گئے

(c) اس کا اعلان گرتی ہوئی اقتصادی حالت کی وجہ سے کیا گیا

(d) ایمرجنسی کے درمیان کئی اپوزیشن لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا

(e) CPI نے ایمرجنسی کے اعلان کی حمایت کی

2۔ ایمرجنسی کے اعلان کے حوالے سے غیر متعلق بیان کو الگ کیجیے

(a) ''مکمل انقلاب'' کی مانگ (b) 1974 کی ریلوے اسٹرائیک

(c) نکسلی تحریک (d) الہ آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ

(e) شاہ کمیشن رپورٹ کے انکشافات

3۔ جوڑی بنایئے

(a)	مکمل انقلاب	(i)	اندرا گاندھی
(b)	غریبی ہٹاؤ	(ii)	جے پرکاش نارائن
(c)	طالب علموں کا احتجاج	(iii)	بہار تحریک
(d)	ریلوے اسٹرائک	(iv)	جارج فرنانڈس

4۔ 1980 کے وسط مدتی الیکشن کی کیا وجوہات تھیں؟

5۔ 1977 میں جنتا حکومت نے شاہ کمیشن کا تقرر کیا تھا۔ اس کا تقرر کیوں ہوا تھا اور اس کے انکشافات کیا تھے؟

6۔ 1975 میں ایمرجنسی نافذ کرنے کے لیے حکومت نے کیا وجوہات بیان کیں؟

7۔ 1977 کے الیکشن میں پہلی بار اپوزیشن برسر اقتدار آئی۔ آپ کے خیال میں اس تبدیلی کی کیا وجوہات تھیں؟

8۔ ہماری جمہوریت پر ایمرجنسی کے اثرات مندرجہ ذیل پہلوؤں کے حوالہ سے کہاں تک مرتب ہوئے؟

- شہریوں کی شہری آزادی –
- انتظامیہ اور عدلیہ کے آپسی تعلقات
- عوامی ذرائع ابلاغ کا عمل
- پولیس اور نوکر شاہی کا کام کرنے کا طریقہ --

9۔ ایمرجنسی نے کس طرح ہندوستان کے پارٹی سسٹم کو متاثر کیا؟ اپنا جواب مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

10۔ مندرجہ ذیل اقتباس کو پڑھ کر آنے والے سوالات کا جواب دیجئے۔

ہندوستانی جمہوریت دوپارٹی سسٹم کے اتنا قریب کبھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ 1977 کے الیکشن کے وقت تھی۔ بہرحال اگلے چند سالوں میں ایک مکمل تبدیلی نظر آئی ۔ اپنی شکست کے فوراً بعد انڈین نیشنل کانگریس دو حصوں میں بٹ گئی........ جنتا پارٹی بھی کافی ھل چل اور کھلبلی کے دور سے گذری،...... ڈیوڈ بٹلر ، اشوک لھری اور پرنائے رائے---، پارتھا چڑ جی

(a) 1977 میں کس بات سے ہندوستان دوپارٹی سسٹم کی طرح نظر آنے لگا؟

(b) 1977 میں دو سے زیادہ پارٹیاں موجود تھیں۔ پھر مصنفین اس زمانے کو دوپارٹی سسٹم کے قریب کیوں کہہ رہے ہیں؟

(c) جنتا پارٹی اور کانگریس کے بٹوارہ کا سبب کیا تھا؟

© NCERT not to be republished